

# سرابوں کے صدف

خورشید رضوی

# سراپوں کے صدف

(شاعری)

itsurdu.blogspot.com

خورشید رضوی

## مناجات

کتنا احسان ہے تیرا یہ عنایت کرنا  
تجھ کو منظور ہوا تجھ سے محبت کرنا

حسرتوں کا بھی کوئی روز جزا ہے کہ نہیں  
میری حسرت میں تو تھا تیری اطاعت کرنا

حق نہیں ہے نہ سہی میری سخاوت کے حضور  
ہے مرا کام تمنا کی جسارت کرنا

جسم زندان عناصر میں گرفتار سہی  
تو بہر حال مرے دل پہ حکومت کرنا

بوند ہوں کام صدف تک مجھے پہنچا دینا  
شورش موج م یں خود میری حفاظت کرنا

دل کو دریوزہ کثرت میں نہ الجھا دینا  
مجھ کو ہر سانس میں تنہا تو کفایت کرنا

## نعت

شان اُن ﷺ کی سوچے اور سوچ میں کھو جائے  
نعت کا دل میں خیال آئے تو چپ ہو جائے

سونپ دیکھتے دیدہ تر کہ زبان کی حشریں  
اور اس عالم میں جتنا بن پڑے رو جائے

یا حصار لفظ سے بجز زہن شعر میں  
ہو سکے تو سرد آہوں کے شجر ہو جائے

اے زہے قسمت کسی دن خواب میں پیش حضور  
فرط شادی سے ہمیشہ کے لیے سو جائے

اے زہے قسمت اگر دشت جہاں میں آپ کے  
نقش پا پر چلتے چلتے نقش پا ہو جائے



## نام ایسا ہے ترا جب بھی

نام ایسا ہے ترا جب بھی زباں پر آئے  
دل میں اک خنجر تصدیق اترتا جائے

زندگی دھوپ بڑھانے لگی آئینوں سے  
میں چلا جب تری دیوار کے سائے سائے

اے صبا! میں تری ماضی نفس تب جانوں  
جب کسی دن مرے ماتھے کی گرہ کھل جائے

میں زمیں پر ہی رہوں اور افق سے جھک کر  
آسمان آپ مجھے ہاتھ لگانے آئے

غنچہ خاموش تھا جب تک تو مہک اس کی تھی  
اب ہوا کی ہے جہاں چاہئے وہاں پھیلائے

تھی یہاں تو وہی پانی کی تجارت اچھی  
آنکھ سے کس نے کہا تھا کہ لہو برسائے

جمع احباب ہوئے وقت کو زنجیر کرو  
عمر کٹ جائے یہ لمحہ نہ گزرے پائے



itsurdu.blogspot.com

## نبض ایام ترے کھوج میں

نبض ایام ترے کھوج میں چلنا چاہے  
وقت خود شیشہ ساعت سے ٹکنا چاہے

دستکیں دینا ہے پیہم مری شریانوں میں  
ایک چشمہ کہ جو پتھر سے ابلنا چاہے

مجھ کو منظور ہے وہ سلسلہ سنگ گراں  
کوہکن مجھ سے اگر وقت بدلنا چاہے

تھم گیا آ کے دم باز پس لب پہ وہ نام  
دل پہ موتی نہ اگلنا نہ ٹکنا چاہے

ہم تو اے دور زماں خاک کے ذرے ٹھہرے  
تو تو پھولوں کو بھی قدموں میں مسلنا چاہے

کہہ رہی ہے نہ زمستان کی شب چار دہم  
کوئی پروانہ جو اس آگ میں جلنا چاہے

عمر اسی ٹھوکر میں کھانے کے عمل میں گزری  
جس طرح سنگ ڈھلانوں پہ سنبھلنا چاہئے

صدمہ جس نے اچھالا تھا فضا میں خورشید  
دل سر شام اسی بام پہ ڈھلنا چاہئے



itsurdu.blogspot.com



## مجھ کو پیہم دل کے گہرے

مجھ کو پیہم دل کے گہرے سلسلوں پر سوچنا  
آدی سے آدی کے رابطوں پر سوچنا

عطر کیسے ہو رہا ہے خاک تیرہ سے کشید  
کنج گل میں بیٹھنا اور خوشبوؤں پر سوچنا

رنگ آمیزی ہوا میں تیلیوں کی دیکھنا  
دور تک ان سو بہ سو اڑتے گلوں پر سوچنا

آسمان پر آتی جاتی بدلیوں کو دیکھ کر  
اپنے اندر سے گزرتے بادلوں پر سوچنا

دوستوں کی آنکھ سے بہتی نمی کو پونچھ کر  
اپنی نس نس میں مچلتے آنسوؤں پر سوچنا

کوئی کر پائے تو ہے یہ بھی بڑی ہمت کا کام  
مرقدوں پر بیٹھ کر گزرے ہوؤں پر سوچنا

دل کی دادی سے ورے سیل سماعت روک کر  
جلوتوں کی ہاؤ ہو میں خلوتوں پر سوچنا

زیست کے بنے بگڑتے مسئلوں کے درمیاں  
دل کو جو درپیش ہیں ان مرحلوں پر سوچنا

مختصر ہے کس قدر خورشید میری سرگزشت  
ناقصوں کی صحتیں اور کاملوں پر سوچنا



## جسم کی چوکت پہ خم دل

جسم کی چوکت پہ خم دل کی جہیں کر دی گئی  
آسمان کی چیز کیوں صرف زمیں کر دی گئی

میرے ہاتھوں کی لکیروں ہی میں خم رکھا گیا  
میری افتاد طبیعت میں غمیں کر دی گئی

کل مری بے خواب آنکھوں کے مقابل رات بھر  
نقش تاروں میں وہ چشم سر میں کر دی گئی

خون رلواتی رہی گزرے زمانوں کی شبیہ  
تھک گئیں آنکھیں تو غرق سائگیں کر دی گئی

کھوٹ سونے کے تسلسل میں کہیں آئی ضرور  
یوں عبث تو سعی دل باطل نہیں کر دی گئی

تلخ کر لیتا ہوں ہر لذت کی شیرینی کو میں  
کیوں نگہ میری نگاہ پیش ہیں کر دی گئی

نقشِ آخر دل سے اس روئے حسین کا مٹ گیا  
ختم آخر صحت نام و نگیں کر دی گئی!



itsurdu.blogspot.com

## پلکوں پہ اس دیار کی مٹی

پلکوں پہ اس دیار کی مٹی اٹھاؤں میں  
آنکھوں سے اس کی خاک قدم کو لگاؤں میں

یہ بات کہا ہوئی کہ جسے زندگی کہوں  
جب جان پر اپنے تو اسے بھول جاؤں میں

کوہ گراں ہوں مجھ کو اگر آزمائے تو  
ریگ رواں ہوں خود کو اس آزمائوں میں

کہتا ہے آئینہ کہ کبھی میرے رو برو  
آئے تو تجھ کو تیری شکستیں گناؤں میں

میں اس لیے نہیں کہ تجھے شادماں رکھوں  
میری عطا یہ ہے کہ ترا دل دکھاؤں میں

بو جاؤں سچ کے زہر کی تلخی کا ذائقہ  
جب اس میں پھل لگے تو تجھی یاد آؤں میں



میرے کہے کو یاد کرے اور رو پڑے  
دل میں ترے وہ پھانس لگی چھوڑ جاؤں میں

یہ دشت بے کسی ہی سہی پھر بھی اے جنوں  
جو تجھ سے اٹھ سکے وہ قیامت اٹھاؤں میں

اے روشنی طبع بہت بے اماں ہے تو  
کن جنگلوں میں تیرے شرارے اڑاؤں میں

بولوں تو بازگشت ہمارے کا دے جواب  
ایسا پہاڑ ہو تو غم دل سناؤں میں

عمر گریز پا مجھے اتنا تو دے فراغ  
جو کچھ کہہ جانا تھا یہاں جان جاؤں میں

ہاں میرے غم میں خود کو خزاں کر لے اے بہار  
شاید کہ اب چمن میں پلٹ کر نہ آؤں میں

وہ کوکب سحر کو جو مٹی میں جا ملا  
خورشید اب کہاں سے اسے ڈھونڈ لاؤں میں



## دل کی خلوت سے زباں تک کا سفر

دل کی خلوت سے زباں تک کا سفر کس نے کیا  
درد کے عکس گریزاں کو امر کس نے کیا

مسکرا کر دغ کھانے کی بنا کس نے رکھی  
تلخیوں کو زیت سے شیر و شکر کس نے کیا

تم نے یا ہم نے لکھے پیغام فصل گل کے نام  
خوشبوؤں کو گلستاں میں نامہ کس نے کیا

کیا یہ اس بے دست و پا اندھے صدف کا کام ہے  
بوند کو پانی کی ظلمت میں گھر کس نے کیا

کس نے ماہ نو کی ڈالی پاؤں میں بیڑی مرے  
شام کے منظر کو میرا ہم سفر کس نے کیا

پیڑ کو کس نے ہلایا ہے کہ اڑتے ہیں پرند  
ذہن میں ٹھہرے ہوؤں کو در بدر کس نے کیا

زلزلوں نے یا جبیں گھٹے ہوئے سیلاب نے  
رفتہ رفتہ گھر کی بنیادوں میں گھر کس نے کیا

کس نے چھوڑا آسماں تک لا کے پتھر کی طرح  
میں پرندہ تھا مجھے بے بال و بر کس نے کیا



itsurdu.blogspot.com

## پھر وہ گم گشتہ حوالے مجھے

پھر وہ گم گشتہ حوالے مجھے واپس کر دے  
وہ شب و روز وہ رشتے مجھے واپس کر دے

آنکھ سے دھواں نے کہا رنگ جہاں شوق سے دیکھ  
میرے دیکھے ہوئے اپنے مجھے واپس کر دے

میں تجھی دوں تری پانی کی لکھی تحریریں  
تو وہ خواب نوشتے مجھے واپس کر دے

میں شب و روز کا حاصل اسے لوٹا دوں گا  
وقت اگر میرے کھلونے مجھے واپس کر دے

مجھ سے لے لے صدف و گوہر و مرجاں کا حساب  
اور وہ غرقاب سفینے مجھے واپس کر دے

نسخہ مرہم اکسیر بتانے والے  
تو مرا زخم تو پہلے مجھے واپس کر دے

ہاتھ پر خاکہ تقدیر بنانے والے  
یوں تھی دست نہ در سے مجھے واپس کر دے

آسمان! صبح کے آثار سے پہلے پہلے  
میری قسمت کے ستارے مجھے واپس کر دے

میں تری عمر گزشتہ کی صدا ہوں خورشید  
اپنے ناکام ارادے مجھے واپس کر دے





## نشان آب تو کیسا سراب

نشان آب تو کیا سراب تک نہ دیا  
وصال کیا شرف انتساب تک نہ دیا

نہ جانے بہت خوش فہم کس خیال میں ہے  
وگر نہ اس نے جس کوئی خواب تک نہ دیا

اسے خبر بھی نہیں اور دل میں بستا ہے  
وہ اجنبی جسے خط کا جواب تک نہ دیا

خود اپنے آپ میں گھٹ گھٹ کے مر گئی خوشبو  
صبا کو سنگ نے رستہ گلاب تک نہ دیا

نگاہ یار سے خوں کا قصاص کیا لیتے  
نگاہ یار نے خوں کا حساب تک نہ دیا

سحر تو خیر کہاں تیرگی تو پھینکی ہو  
فلک نے مہر کجا ماہتاب تک نہ دیا

سمندروں سے وہ شبنم بھی اٹھ گئی خورشید  
کہ تشنگان کو کسی نے حباب تک نہ دیا



itsurdu.blogspot.com

## بھریں نہ وقت کے ہاتھوں

بھریں نہ وقت کے ہاتھوں جراثیم تیری  
رکھیں سنبھال کے دل نے امانتیں تیری

چھپا کے تجھ سے کہاں اپنے روز و شب لے جاؤں  
جہان نور ترا اور ظلمتیں تیری

بچھڑ کے تجھ سے ملا عمر بھر کا سناٹا  
بنا گئیں مجھے تنہا' رفاقتیں تیری

دو ہے وہ فاتح عالم کہ ایک دنیا نے  
شکست کھا کے سراپی میں ہمتیں تیری

ترے نقوش قدم سے بہار تھی ان کی  
ہیں منتظر مرے دل کی مسافتیں تیری

کہاں ہے شام تمنا! ملاحتوں کا وہ رنگ  
کہاں ہیں صبح تصویر! صباہیں تیری

دل حزیں! تری چوکھٹ پہ عمر کون گنوائے  
کبھی سمجھ میں نہ آئیں ضرورتیں تیری

ازل سے شیشہ گردوں میں ریت چلتی ہے  
کبھی شمار میں آئیں نہ ساعتیں تیری

تو میری شرکت ہستی کہیں قبول تو کر  
تمام رنج مرے سب مسرتیں تیری



## بساط وقت پہ صدیوں کے

بساط وقت پہ صدیوں کے فاصلے ہم لوگ  
کنار شام و سحر میں کہاں ڈھلے ہم لوگ

نہ کارواں نہ مسافر مگر جس نہ تھی  
نہ روشنی نہ حرارت مگر جلے ہم لوگ

مقام جن کا مورخ کا حافظے میں نہیں  
تکست و فتح کے مابین جلے ہم لوگ

نمود جسم کی شوریدہ خواہش دنیا  
فشار روح کے نادیدہ ولولے ہم لوگ

نہ جانے کب کوئی کروٹ ہمیں جگا ڈالے  
زمین کے بطن میں خوابیدہ زلزلے ہم لوگ

فساد کوکئی حیلہ ہائے پرویزی  
ہزار رنگ کے کانٹوں میں آبلے ہم لوگ



امیر شہر کی موٹی سمجھ میں کیا آتے  
ضمیر دھر کے نازک معاملے ہم لوگ

ہجوم سنگ اذیت میں سر جھکائے ہوئے  
رواں ہیں لے کے مشیت کے قافلے ہم لوگ

زباں بریدہ و بے دست و پا سہی لیکن  
ضمیر کون مکان میں برے بھلے ہم لوگ



itsurdu.blogspot.com

## ابھی لبوں پہ نہیں ہے جو

ابھی لبوں پہ نہیں ہے جو روشنی دل میں  
ترش رہی ہے ابھی لفظ کی کئی دل میں

کوئی نہیں ہے جو ان سیپیوں کو کھول سکے  
پڑے ہیں لاکھ سخن ہائے گفتنی دل میں

یہ مجھ سے برسر پرکار خلوتوں میں مری  
چھپا ہے کون یہ تلوار کا بھنی دل میں

فغاں کہ ٹال گئے ہم وہ ایک فرصت مرگ  
تمام عمر رہی جس کی جاگنی دل میں

سرابِ علم و ہنر پہ نہ بھولنا خورشید  
جس آدمی کے نہ دیکھو فروتنی دل میں



## کوئی زمانہ بھی ہو دکھ یہی

کوئی زمانہ بھی ہو دکھ یہی ہیں ہونے کے  
ملیں گے خاک میں ہوں لاکھ آپ سونے کے

حباب ہوں مرا مسکن ہی سطح آب پہ ہے  
مجھے تو سات سمندر نہیں ڈوبنے کے

مری سرشت میں تھی زندگی سے بیزاری  
ترے ستم تو بہانے تھے ہاتھ دھونے کے

ادھر یہ کانپتے ہاتھ اور یہ ڈگمگاتے قدم  
ادھر وہ دل کے عزائم پہاڑ ڈھونے کے

نہ بھولتے ہیں وہ منظر نہ یاد آتے ہیں  
عجب تھے وہ سفر جاگتے میں سونے کے

یہی زمیں ہے تو پھر فصل کاٹا کیسا  
کشیں گے ہاتھ گنہگار بیج بونے کے

مے علوم خلاؤں میں راج کر لیں گے  
مگر یہ دل کے سمندر نہیں بلونے کے



itsurdu.blogspot.com

## وہی ہے آنکھ وہی شب ہے

وہی ہے آنکھ وہی شب ہے خواب بدلا ہے  
مٹا کہاں ہے ابھی اضطراب بدلا ہے

نشہ فراق کا برسوں میں جا کے راس آیا  
کشاں کشاں ہوا ذوق شراب بدلا ہے

بدل گیا ہے زمانہ بہت پہ کیا بدلا  
یہی کہ حد نظر پر سراب بدلا ہے

اسے کبھی کسی کروٹ نہ مل سکا آرام  
سدا عذاب سے دل نے عذاب بدلا ہے

پلٹ پلٹ کے نئی اپنی بازگشت آئی  
سوال کا مرے پیہم جواب بدلا ہے

بدل رہا ہے زمانہ لباس بے آہٹ  
کہ دست شاخ میں جیسے گلاب بدلا ہے



حیات و موت ہماری نظر میں کچھ بھی نہیں  
بس اس قدر کہ ہوا نے حباب بدلا ہے



itsurdu.blogspot.com

## غم و سرور زمانے پہ کارگر

غم و سرور زمانے پہ کار گر کیا ہے  
بہت بے بہت اجڑے مگر اثر کیا ہے

میں چلتا جاتا ہوں تحلیل ہوتا جاتا ہوں  
کڑکتی دھوپ میں شبنم کا یہ سفر کیا ہے

زمین ہوں تو خزانے کہاں گئے میرے  
درخت ہوں تو مری شاخ کا شر کیا ہے

ہزار آنسوں میں جیسے اک کرن مہوس  
نظر ہی کیا ہے مری نقطہ نظر کیا ہے

وہ آگ ہے کہو جو اڑتا ہے جل کے گرتا ہے  
فضا کا روگ ہے تفصیر بال و پر کیا ہے



## اپنے باطن کے چمن زار کو

اپنے باطن کے چمن زار کو رجعت کر جا  
دیکھ اب بھی روش دہر سے وحشت کر جا

اپنا چلتا ہوا بت چھوڑ زمانے کے لیے  
اور خود عرصہ ایام سے ہجرت کر جا

مانتا جس کو نہ ہو دل وہ عمل خود پر گزار  
جو فسانہ ہو اسے چھو کے حقیقت کر جا

سر کٹایا نہیں جاتا ہے تو کٹ جاتا ہے  
بات اتنی ہے کہ اس کام میں سبقت کر جا

جاں سے آگے بھی بہت روشنیاں ہیں خورشید  
اک ذرا جاں سے گزر جانے کی ہمت کر جا



## بے بسی اس کو کہیں

بے بسی اس کو کہیں؛ یا کہیں ذوق ایثار  
اپنی دھڑکن کو نمایاں نہیں کرتا دل زار

زیست کے چار طرف سنگ خموشی کی فصیل  
کسی جانب نہیں کھلتا کوئی باب اظہار

لڑکیاں قید میں سیلی ہوئی دیواروں میں  
شاہزادہ کوئی آیا نہ کوئی شاہسوار

مکڑیاں تان کے بیٹھی رہیں روزن دل کے  
کوئی سورج کی کرن ان سے نہ گزری زہار

گوئج کا رنگ لگا جاتا ہے محرابوں کو  
لوٹ لوٹ آتی ہے محروم سماعت گرفتار

ہے وہی طوق گلو اور وہی زنجیر قدم  
اور اس قوس مکرر پہ رواں ہے پرکار

جانے اس جس میں کب موج ہوا نقب لگائے  
جانے کب میان کی ظلمت سے رہا ہو تلواری



itsurdu.blogspot.com



## طرب و فصل شمر گزری

ہوائے بے طرب و فصل شمر گزری  
ترے بغیر گزرنا ہی کیا مگر گزری

شریک شوق دنیا ہوں اور سوچتا ہوں  
کہ شع بزم طرب سے بھی چشم تر گزری

نہ تھی پہاڑ سے کم کچھ مگر مصیبت عمر  
ترے خیال میں گزری مختصر گزری

کوئی بھی کام نہ آیا شکستہ بالی میں  
صبا بھی شاخ نشین کو کاٹ کر گزری

مری نگاہ نے خوابوں میں خود کو پہچانا  
کہ جاگتے میں جو گزری وہ بے بصر گزری

زمانے بھر سے الگ ہو کے میں ادھر کو چلا  
جدھر جدھر سے مرے دل کی رہ گزر گزری

## کنج لب و رخسار و دہن

کنج لب و رخسار و دہن بھی ہے بڑی چیز  
ظاہر کے مظاہر کی پھین بھی ہے بڑی چیز

ہر سانس دے قرب کی لذت سے ہے سرشار  
اب روح نے ملال کہ بدن بھی ہے بڑی چیز

کچھ گل ہی پہ موقوف نہیں سحر بہاراں  
مہکی ہوئی یہ خاک چمن بھی ہے بڑی چیز

اخلاص ترے دل میں نہیں بھی ہے تو کیا ہے  
ملنے کا یہ بے ساختہ پن بھی ہے بڑی چیز

ہر چند ترے روپ کا اک عکس ہے لیکن  
اے دوست مرا رنگ سخن بھی ہے بڑی چیز



## مسافت کٹ چکی کب کی

مسافت کٹ چکی کب کی مگر درپیش ہے دل کو  
سفر کے بعد اب یاد سفر درپیش ہے دل کو

قدم گو کارواں کے ساتھ ہیں پامال راہوں پر  
مگر سب سے آگے اک رہ گزر درپیش ہے دل کو

نہ کر دیں نیم شب سے نیم جاں بے تابیاں اپنی  
سواد شام سے شوق سحر درپیش ہے دل کو

وہ منظر ایک لمحے کو رکا پیش نظر لیکن  
وہ اک لمحہ جو تھا اب عمر بھر درپیش ہے دل کو

ہمیں جانے کہاں لے جائے گی آوارگی اس کی  
ہوا کی راہ بادل کا سفر درپیش ہے دل کو



## دل پر اثر دو حرف

دل پر اثر دو حرف سادہ  
افسون و ظلم سے زیادہ

دیکھا جو تجھے تو ہو گیا موم  
پتھر پہ لکھا ہوا ارادہ

دل اس کی طلب میں دشت در دشت  
دن رات عبث ہے پر کشادہ

واپس نہ کبھی پلٹ کے آیا  
لحہ شطرنج کا پیادہ

بے صرفہ ہیں منتشر جہاں میں  
بے بادہ و جام جام و بادہ

ہے کوئی کہیں کوئی کہیں ہے  
دشوار ہے ربط و استفادہ

ہیں صاحب عزم رہن آلام

جو چین سے ہیں وہ بے ارادہ

القصہ ہے تار تار ہر سو

بکھرا ہوا زیت کا لبادہ

امید ہے اور رو برو ہے

اک شکستہ تیم ایستادہ ہ

خورشید ہے اور شرق تا غرب

پھیلا ہوا آسمان کا جادہ





## دل وقف جرات ہے مگر

دل وقف جرات ہے مگر رو نہیں سکتے  
دامن میں بہت بیچ میں پر بو نہیں سکتے

کیا خوفِ اناں ان کو جو خود کھوئے گئے ہوں  
اب اس سے پہلا اور تو کچھ کھو نہیں سکتے

اس دور میں وہ لوگ کہاں جائیں خدایا  
جو کان نمک میں بھی نمک ہو نہیں سکتے

ہر شخص کے ہاتھوں پہ میں پتھر کی لکیریں  
جو کچھ کہ ہوا نقش جبیں دھو نہیں سکتے

خورشید ہے سر تابہ قدم زخم و لیکن  
ہم چھوڑ بھی اس شخص حزیں کو نہیں سکتے



## مرہ سے اشک ڈھلیں دل میں

مرہ سے اشک ڈھلیں دل میں حرمیں جاگیں  
ادھر سے گزاروں تو سوئی محبتیں جاگیں

نکلت دل کی صدا پے بہ پے سنائی دے  
مٹے مٹے خیالوں میں صورتیں جاگیں

کتاب درد کی گم کردہ آیتیں اتریں  
جہان شوق کی بھولی روایتیں جاگیں

یہی ہے ترک محبت؟ کہ ایک عمر کے بعد  
ملے وہ اب بھی تو دل میں شکایتیں جاگیں

ہے تیری یاد وہ آئینہ روبرو جس کے  
ہزار سال کی کھوئی رفاقتیں جاگیں

وہ سرکشیدہ چٹانیں وہ چاندنی وہ سکوت  
کہ دل کی چاپ سے سینے میں ہمچیں جاگیں

کبھی ملو تو چلیں پھر انہی پہاڑوں میں  
کہ پتھروں پہ پرانی عبارتیں جاگیں



itsurdu.blogspot.com

## بن میں جب آئے تو اپنی

بن میں جب آئے تو اپنی چاپ سے ڈرتے تھے ہم  
شہر میں رہ کر بنوں کی آرزو کرتے تھے ہم

اب فرشتوں سے بھی مل کر سوئے ظن جاتا نہیں  
خوب تھے وہ دن کہ اک انسان کا دم بھرتے تھے ہم

روح سے مربوط تھا اس کا صدا کا زیر و بم  
پے بہ پے جیتے تھے ہم اور دم بہ دم مرتے تھے ہم

خوب تھے وہ دن کہ تھا وجہ خود آزاری خلوص  
دوسروں کی جہمیتیں بھی اپنے سر دھرتے تھے ہم

اب کبھی سوچیں تو خود کو بھی یقین آتا نہیں  
اس سنہرے دور میں کیا کیا کرتے تھے ہم



## سراغ عمر رفتہ پا کے

سراغ عمر رفتہ پا کے روئیں  
پرانے راستوں پر جا کے روئیں

سہارا دے اگر کوئی تو ہم بھی  
ہجوم درد سے گھبرا کے روئیں

کسی دن اہل دنیا سے بہت دور  
خدا کے بازوؤں میں جا کے روئیں

ہر اک آغاز پر سو خواب دیکھیں  
ہر اک انجام پر پچھتا کے روئیں

نوا ڈوبی ہوئی ہو سوز دل میں  
عزیزوں کو لہو رلوا کے روئیں

بہت دن سے یہ حسرت ہے کہ خورشید  
کسی دن خود کو تنہا پا کے روئیں



## سب سخن میں بھی نہ سمٹیں گے

سب سخن میں بھی نہ سمٹیں گے خزینے دل کے  
دفن دل ہی میں رہیں گے یہ دفینے دل کے

غرفہ جاں میں دوبارہ کوئی آیا نہ گیا  
ایک آہٹ کو ترستے رہے زینے دل کے

یہ یہ رات یہ چشت کدہ تنہائی!  
اور یہ آسیب کے مانند تھکے دل کے

ایک چاپ ایک صدا ایک حنائی دستک  
اور پٹ کھول دیئے اٹھ کے کسی نے دل کے

غم دنیا غم دیں عشق و ہوس جذب و خرد  
ہر سمندر میں ہیں دو چار سفینے دل کے

کیا قیامت ہے کہ وہ بھی تری تصویر نہیں  
جس پہ اک عمر لگے خون پسینے دل کے



دست بیداد زمانہ سے بس اتنی ہے طلب  
قتل کر لے مگر انداز نہ چھینے دل کے

لے کے آیا ہوں ترے پاس فقط گردو غبار  
رنگ سب چھین لیے در بدری نے دل کے

میرا معیار سخن تیری پزیرائی ہے  
تو نہ پہنے تو ہیں جھوٹے یہ گلینے دل کے



## لوگ کیا بن جائیں باطن کا

لوگ کیا بن جائیں باطن کا کہا مانیں اگر  
معجزی ہو جائیں جی میں معجزے ٹھانیں اگر

ہم ہیں اس گھر میں تو اس کو پوچھتا کوئی نہیں  
اک جہاں ٹوٹے یہاں سونے کی ہوں کانیں اگر

حسب حال اک خامشی اخیر خانے میں رہے  
خوب ہو مٹی کے پتلوں میں نہ ہوں جانیں اگر

خاکساری پر ہیں کیا کیا اہل دنیا کے سلوک  
کیا قیامت ہو ہم اپنی قدر پہچانیں اگر

اہل دل اہل جہاں کے غم میں ہیں کیوں دلفگار  
میں انہیں درس خموشی دوں مری مانیں اگر

ہیں یہی منصف تو میرے قتل ہو جانے کے بعد  
کیا تعجب ہے مجھے قاتل بھی گردانیں اگر

ہے روا خورشید ان کھوئے خزانوں کے لیے  
ہم سرگور غریباں خاک بھی چھانیں اگر



itsurdu.blogspot.com

## ظاہر میں سردہر سبک سر

ظاہر میں سردہر سبک سر بھی رہے ہم  
پر باطن ایام کو ازبر بھی رہے ہم

تو لاکھ مہینے تھی پر اے عمر گریزاں  
الزام مجھ سے ترے سر بھی رہے ہم

پھولوں کی طرح شاخ سے پھوٹے بھی کئی بار  
رنگوں کی طرح خاک میں مغمیا بھی رہے ہم

خوشبو نہیں بھری کوئی جلوت کی فضا میں  
خلوت میں جو بیٹھے تو معطر بھی رہے ہم

ڈھونڈا ہی کیے ہم کو ہمیں دیکھنے والے  
اندھوں کو شب و روز میسر بھی رہے ہم

گوہر بھی کہا چند شناساؤں نے ہم کو  
اور جادہ ایام پہ پتھر بھی رہے ہم

خوشیدا! سردار و رن ہی سہی لیکن  
اس شوخ کے قامت کے برابر بھی رہے ہم



itsurdu.blogspot.com

## سوسوروشن آنکھیں تھیں

وہ دن جب ایک ایک روش پر سو سو روشن آنکھیں تھیں  
اس دن باغ کے اک گوشے میں کیا من موہن آنکھیں تھیں

قید و سلاسل ہوتے تو ہم کب کے توڑ کے جا چکے  
قید و سلاسل کچھ بھی نہیں تھے پیار میں بندھن آنکھیں تھیں

اب تک آنکھوں میں پھرتا ہے دن وہ تیری جدائی کا  
پت جھڑ پت جھڑ دل کا آگن ساون ساون آنکھیں تھیں

یاد ہے کہ ہم کو وہ دن جب ہم تیری گلی سے گزرے تھے  
چلمن چلمن سرگوشی تھی روزن روزن آنکھیں تھیں

لاکھ ادا میں پاؤں پڑیں ہم روپ نگر میں نہ ٹھہریں گے  
کیا کیا جی میں ٹھانی تھی پر ساتھ یہ بیرن آنکھیں تھیں

دست و گریباں تھیں ماتھے پر موجیں ظاہر و باطن کی  
چہرے سکھ کا سوانگ رچائے دکھ کا درپن آنکھیں تھیں



کیا بتائیں دیکھا ہم نے بچے میں کل کیا روپ  
ایسا روپ کہ اک دو بچے کی بین سو کن آنکھیں تھیں



itsurdu.blogspot.com

## جدا جو تم سے نظر ایک پل

جدا جو تم سے نظر ایک پل ہوئی ہوتی  
شب وصال میں کیا کیا غزل ہوئی تھی

جو پاؤں کوٹ گئے آ کے منزلوں کے قریب  
انہی کے ساتھ تمنا بھی شل ہوئی تھی

دل تباہ کو حسرت سے دیکھنے والے  
یہی نگاہ اگر بر حل ہوئی ہوتی

پہیلی زندہ ہے ابہام کے وسیلے سے  
کسی کو یاد نہ رہتی جو حل ہوئی ہوتی

نہ جانے آج تلک زندگی کا کیا ہوتا  
وہ واردات اگر آج کل ہوئی ہوتی

شب فراق کی کوتہ نصیبیاں خورشید  
کسی کی زلف مسلسل کابل ہوئی ہوتی

## کچھ قطار اندر قطار ایسی ہوئی

کچھ قطار اندر قطار ایسی ہوئی تو فیر گل  
پڑ گئی موج صبا کے پاؤں میں زنجیر گل

رات پھر دل میں ترا روئے حسین تھا جلوہ ریز  
شعلہ زن تھی سبزی اوراق میں تصویر گل

موجہ باد صبا کی لوحِ شبِ بنم کے حروف  
کس نزاکت سے مشیت لکھی تقدیر گل

بڑھ رہا ہے دم بہ دم ذوقِ جگہ کاوی مرا  
ہو رہی ہے شاخ کے اندر کہیں تعمیر گل

اہل گلشن کے شبتان میں نہیں شعلے کو دخل  
یا چراغِ کرک شبِ تاب یا تنویر گل



## کچھ یقیں بھی آ چلا وہم و گماں

کچھ یقیں بھی آ چلا وہم و گماں کے ساتھ ساتھ  
چل پڑی جوئے رواں رگ رواں کے ساتھ ساتھ

نام لیتے ہی ترا سینے میں سیلاب آ گیا  
تو تہ دل میں بھی ہے نوک زباں کے ساتھ ساتھ

ڈوبنے دیں گے نہ اب دل نشیں مہتاب کو  
ہم بھی گردش میں رہیں گے آسمان کے ساتھ ساتھ

بہہ رہا ہے دل کسی کافز کی تاؤ کی طرح  
ہوں سر ساحل رواں آب رواں کے ساتھ ساتھ

بڑھتا جاتا ہے مری انجام بینی کے سبب  
خوف تنہائی ہجوم دوستان کے ساتھ ساتھ

دل کی تصویریں کجا لفظوں کی تصویریں کجا  
کھل گیا عجیبیاں طرز بیاں کے ساتھ ساتھ

جانے یہ الفت ہے یا بے اعتمادی ہے کہ لوگ  
رات دن پھرتے ہیں اپنے زار دان کے ساتھ ساتھ

ہو سکے خورشید تو کچھ یوں بسر کر جائے  
دل خدا کے ساتھ ہو پیکر جہاں کے ساتھ ساتھ



itsurdu.blogspot.com

## کون دیکھ پائے گا جوہر

کون دیکھ پائے گا جوہر نہاں دل کا  
رایگاں ہی جائے گا گنج شایگاں دل کا

رنگ محفل ایسا ہے دل بھی کم دھڑکتا ہے  
ورنہ یوں تو جتن ٹھہرا نالہ و فغاں دل کا

چار سمت استارہ تن کی چار دیواری  
اور اس کے پیچوں بیچ ڈونا مکاں دل کا

اپنی زرمگہ میں دل آپ مرد میداں ہے  
اور کون اٹھتا ہے قرعہ گراں دل کا

شش جہات دنیا دل کی کب سمائی تھی  
اپنی اک زمیں دل کی اپنا آسماں دل کا

سوگوار لگتی ہے چشم سرگمیں اس کی  
جیسے اس کی چوکھٹ میں آ لگا دھواں دل کا



وقت اڑتا جاتا ہے زرد پڑتا جاتا ہے  
شاخسار ماضی پر سبز آشیاں دل کا

جو فقط دلائل کے تار و پود سے ابھرے  
اس یقیں سے بہتر ہے دوستو گماں دل کا

ہیں خیال و خواب و خوں سب طواف میں اس کے  
مثل سنگ کعبہ ہے سنگ آستان دل کا

دل سے حرف حق اکثر پھوٹا تو ہے  
زور توڑ دیتی ہے لعلیں زباں دل کا

اب کہاں ہے سینوں میں وہ دھینے پر سوز  
اب تو ایک تہت ہے نام بے نشان دل کا



## بیادِ مجید امجد

پلٹ کے صبح کا سورج تو روز آئے گا  
مسافر شب رفتہ کبھی نہ پلٹے گا

اسی کو دیکھتے ہیں راہ سب جو کہتا تھا  
”میں جب ادھر سے نہ گزروں گا کون دیکھے گا“

وہ اک درخت کہ تھا دوسروں پہ سایہ قلن  
اب اس کی طرح تمازت کو کون جھیلے گا

نظر پہ کس کی وہ اسرار منکشف ہوں گے  
زباں سے کس کی لہو شعر بن کے پکے گا

وہ لہجہ جس میں رہتی تھیں مسافتیں لاکھوں  
اب اس تھکے تھکے لہجے میں کون بولے گا

وہ ایک نافر کہ ہے آدمی کے باطن میں  
اب انجمن میں گرہ اس کی کون کھولے گا

غروب تابش امجد کے بعد اب خورشید  
کہاں وہ ذہن کہ جو ان کہی کو سمجھے گا



itsurdu.blogspot.com

## بیاد مجید امجد

ہوئے چمن میں مرے تر جہاں گلاب کے پھول  
لہو میں غرق تبسم کناں گلاب کے پھول

میں ان کے ساتھ خزاں میں بکھرتا جاتا ہوں  
اڑا رہے ہیں مری دھجیاں گلاب کے پھول

جس انجمن میں کہ تھا کاغذی گلوں کا چلن  
اس انجمن میں جلے رائگاں گلاب کے پھول

ہمیں تو حسن نظر کا جنون ہے ورنہ  
کہاں یہ ریگ رواں اور کہاں گلاب کے پھول

میں جانتا ہوں انہیں زخم تازہ کا فرمان  
وہ بھیجتے ہیں مجھے ارمغاں گلاب کے پھول

کوئی نے تو خموشی ہے گفتگو ان کی  
کہ صد زباں بھی ہیں یہ بے زباں گلاب کے پھول

دعائیں کاوش امجد کو دیجئے خورشید  
ہیں جس کے فیض سے نکلت فشاں گلاب کے پھول

ترے سخن میں رہے تا ابد گلوں کی مہک  
”تری لہ پہ کھلیں جاوداں گلاب کے پھول“



itsurdu.blogspot.com

## احساس کی تہوں میں جو

احساس کی تہوں میں جو موج قلق چلے  
قرطاس پر زبان قلم ہو کے شق چلے

ہے دہر کی نہاد ہی سرگشتہ رسوم  
حق کو سبھی ایک رسم بنائیں تو حق چلے

کب تک بچا بچا کے رکھیں اک گنگہ کی یاد  
مانگے کی زندگی کی کہاں تک رفق چلے

اس کے نقوش پائے حنا بستہ دیکھ کر  
مٹی پہ آسمان سے اتر کر شفق چلے

ہم جس کو پڑھ رہے ہیں دبستان عشق میں  
فرہاد و قیس سے نہ وہ تازہ سبق چلے

مشکل ہے ضبط سیل سخن بسکہ دوستو  
سی لوں اگر لبوں کو تو چھاتی ترق چلے



جو لب پہ نیم شب تہ دل سے نکل کے آئے  
وہ بات سینہ سینہ ورق در ورق چلے

ہستی ندامتوں کے دو آبے میں ڈوب جائے  
آنکھوں سے اشک اور جبیں سے عرق چلے

خورشید کہہ گزر یہ سخن گسٹرا نہ بات  
دیکھیں کسی سے گر یہ زمیں اوق چلے



## ملتا ہی نہیں درد کا پیکر

ملتا ہی نہیں درد کا پیکر کوئی مجھ سا  
آئینے میں اک شخص ہے کمتر کوئی مجھ سا

ایمان بھی تنہا ہے مرا کفر بھی تنہا  
مومن کوئی مجھ سا ہے نہ کافر کوئی مجھ سا

ہے کون جو اس ابر کے بدلے میں رواں ہے  
دیوانہ ہے دیوانہ سراسر کوئی مجھ سا

کھسار کے دامن میں ملاتا ہے نہاں کون  
آواز سے آواز برابر کوئی مجھ سا

لینے نہیں دیتا کسی کروٹ مجھے آرام  
اک شخص ہٹایا مرے اندر کوئی مجھ سا ہے

میں ٹوٹتا تارا ہوں نظر مجھ سے ملا لو  
پھر کا ہے کو دیکھو گے مکرر کوئی مجھ سا

آئینہ ہوں اور چہرہ خورشید پہ وا ہوں  
ہو گا کہیں قسمت کا سکندر کوئی مجھ سا



itsurdu.blogspot.com

## ہر چند انجمن میں ہوں

ہر چند انجمن میں ہوں، تنہائیوں میں ہوں  
دو زور سے صدا کہ میں گہرائیوں میں ہوں

اب تک اسی ظلم مکرر میں قید ہوں  
اب تک تری بنائی ہوئی کھائیوں میں ہوں

کوئی تو ہو کہ جو میرا شیرازہ بند ہو  
بکھرا ہوا خیال کی پہنائیوں میں ہوں

مدت کے بعد آئینے سے گرد جھاڑ کر  
کچھ دن سے اب خود اپنی پذیرائیوں میں ہوں

جب انجمن میں تھا تو میں تنہا تھا اور اب  
تنہائیوں اور انجمن آرائیوں میں ہوں



## ترک کریں لب کھولنا

کھولنا	لب	کریں	ترک
بولنا	ہنسا	دیں	چھوڑ
بھری	بس	ساری	دنیا
گھولنا	رس	میں اس	کیا
ہے	انمول	تو	آنسو
تولنا	سجھا	کا	آنسو
کی	خیال	پری	تو
کھٹولنا	اڑن	ہے	دل
ہے	کام	کیا	اپنا
گھولنا	خوں	میں	لجے
کو	آپ	اپنے	پھونک
رولنا	موتی	کے	راکھ
		سے	

## کھو گئی دور کہیں بانگ درا

کھو گئی دور کہیں بانگ درا ڈھونڈ کے لائیں  
دشت ماضی میں چلیں اپنا پتہ ڈھونڈ کے لائیں

اب بھی محو میں ہو شاید وہ امانت باقی  
وہی گم گشتہ نشان کف پا ڈھونڈ کے لائیں

میں اسے روٹھ کے جانے تو دوں لیکن کیسے  
جب ذرا اٹھ کے چلا دل نے کہا ڈھونڈ کے لائیں

ہاتھ ملتے ہوئے مٹی میں اٹے لوٹ آئے  
خاک ہی خاک ہے اس خاک سے کیا ڈھونڈ کے لائیں

تو اگر شکر کا رب ہے تو پھر اے رب کریم  
کیا شکایت کو کوئی اور خدا ڈھونڈ کے لائیں

تپش دہر میں سایہ نہیں ملتا کوئی  
پھر وہی دوش محمد ﷺ کی ردا ڈھونڈ کے لائیں



## نیلے پہاڑ

پھر بلا تے ہیں مجھے نیلے پہاڑ  
 دور افق پر آسمانوں سے ملے  
 سبز پیڑوں کی قطاروں سے پرے  
 پیادہ گلوں کی جانب رواں  
 سادہ دل انجان بڑھیا کی طرح  
 بادلوں کی گھنٹیوں سر پر رکھے  
 پھر بلا تے ہیں مجھے نیلے پہاڑ

جانے کب قدموں کی رنجیں کشیں  
 جانے کب رستے کی دیواریں ہٹیں  
 قفل ٹوٹیں حاضرو مجود کے  
 جانے کب بادل کے رتھ پر بیٹھ کر  
 بجلیوں کے تازیانے مارتا  
 بارشوں کے پانیوں میں بھگتا  
 میں اڑاؤں آندھیوں کے راہوار  
 پھر بلا تے ہیں مجھے نیلے پہاڑ



## ایک خواب

ساتھ اگر تم ہو تو پھر ہم  
 ہنستے ہنستے چلتے چلتے  
 دور آکاش کی حد تک جائیں  
 کالی کالی سی دلدل سے  
 تپتا تانبا پھوٹ رہا ہو  
 مکڑی کے حالے کا فیتہ  
 کاٹ کے ہم اس باغ میں جائیں  
 جس میں کوئی کبھی نہ گیا ہو  
 کوکنار کے پھول کھلے ہوں  
 بھونرے ان کو چوم رہے ہوں  
 پتھر سے پانی چلتا ہو  
 میں پانی کا چلو بھر کر  
 جب ماروں چہرے پہ تمہارے  
 پہلے تم کو سانس نہ آئے  
 اور پھر میرے ساتھ لپٹ کر  
 ایسے چھوٹے دھار ہنسی کی  
 جیسے چشمہ پھوٹ رہا ہو

## پہچان

کہیں تم ملو تو  
مسائل کو الجھا ہوا چھوڑ کر ہم  
علاقہ کی زنجیر کو توڑ کر ہم  
چلیں اور کج چمن میں کہیں  
سایہ تاک میں بیٹھ کر  
بھولے بسرے راتوں کی باتیں کریں  
اور اک دوسرے کے خدو خال میں  
اپنے کھوئے ہوئے نقش پہچان کر  
محو حیرت رہیں  
اور زگس کی صورت  
وہیں جڑ پکڑ لیں



## درختو!

درختو! تم سے ملنے کی گھڑی جانے کب آئے گی  
 پلٹ کر پھر وہ فصل دوستی جانے کب آئے گی  
 درختو! میں جہاں کے جال میں الجھا ہوا طائر  
 الجھتا جا رہا ہوں اور جتنا پھڑ پھڑاتا ہوں  
 وہ اک بوڑھا شکاری جس کے ہاتھوں میں درختی ہے  
 وہ جس کی مٹھیوں میں بند قسمت کے نوشتے ہیں  
 اسی کی چاپ سے امید بھی ہے وسوسے بھی ہیں  
 درختو! جانے میرے حق میں اس کا فیصلہ کیا ہو  
 درختو! روزنوں سے جاں کئے اکثر نظر میری  
 تمہارے سبز لرزاں ہاتھ کی جنبش پہ پڑتی ہے  
 خدا جانے یہ شوق وصل ہے یا رمز رخصت ہے  
 وداع واپس ہے یا گلے گلنے کی حسرت ہے  
 پلٹ کر آ سکوں گا پھر کبھی میں آشیانے میں  
 کہ مر جاؤں گا بوڑھی مٹھیوں کے قید خانے میں  
 درختو! تم سے ملنے کی گھڑی جانے کب آئے گی



## جست

مرا حال یہ تھا

زمستان میں جب برف زاروں میں چلتے ہوئے

گرسنہ بھیڑیوں کی قطاریں گزرتیں

تو میں کپکپاتا

یہ جی چاہتا، عرصہ زیست کو چھوڑ کر

کوہساروں کے اس پار ڈیرہ لگالوں

ادھر، میرے جاتے ہی برفیں پگھل جائیں

گرگان بے مہر میرے نقوش قدم سوکھ کر مجھ تک آنے نہ پائیں

مگر اب تو جیسے

مری روح میں کوئی چیتا سا انگڑائیاں لے رہا ہے

یہ جی چاہتا ہے

کہ گرگ آشتی کی سجا جب لگے

میں بھی تصویر جیسی کھلی آنکھ لے کر

جو ہر گز جھپکتی نہ ہو۔۔۔۔۔

غار کے وسط میں آن بیٹھوں

اور ان میں سے جس جس کی آنکھیں جھپکتی چلی جائیں

وہ لحظہ لحظہ مرا رزق ہو

میں اسے پارہ پارہ کروں





## طلوع

میں بطن مائی کے گھپ اندھیرے میں

بے بصر تھا

کبھی گریباں میں جھانکتا تھا

تو اپنے اندر بھی بحر ظلمات کے تلاطم کی چاپ سستا

اچانک ایک روز جب لرزتی ہوئی سپیدی کا تار

حد نظر پہ ابھرا

تو لب پہ دیوانہ وار چھینیں کچھ ایسے آنکس

کہ جیسے اک عمر سے بھٹکتے ہوئے مسخینے کے

ریش و ناخن دار زملاح

دور کے پانیوں میں لٹکی

زمیں کی بھوری زبان دیکھیں

تو گنگ ہونٹوں میں جان پڑ جائے

غرض کہ اب شپروں سے، بوموں سے، میرا وقت فراق آیا

کہ میرے باطن کے گھپ اندھیرے میں لحظہ لحظہ

عقاب کی آنکھ کھلی رہی ہے

اور اس کے روزن سے



صبح کی سیمکوں فضاؤں میں  
میں تڑوؤں کو کچھ پرواز دیکھتا ہوں



itsurdu.blogspot.com

## آخری فیصلے

پہاڑ پر میں کھڑا ہوا ہوں  
چہار جانب یہ تیرگی جواںڈ رہی ہے  
مرا تذبذب بڑھا رہی ہے

پہاڑ کے اک طرف ہیں تار دور پیچ خم ہاتھ کی لکیریں  
کہ جن پہ زرد اور سیاہ رنگت کی چیونٹیاں کلبلا رہی ہیں  
سیاہ اثر فلک کی جانب اٹھائے نتھنے  
سیاہ الفاس کے دھوئیں سے فصائیں کا لک ملا رہے ہیں  
دھوئیں کے ان بادلوں کے نیچے  
لرزتے رنگوں کی جھللاہٹ  
کہ جیسے خوش رنگ، کانچ کے جگنوؤں کا چھینٹا  
پہاڑ کے دوسری طرف  
سبز پوش ڈھلوان --- دیودار اور چیز کی محفلیں  
جری بوٹیوں کے مسکن  
پہاڑ کے اس طرف بھی جگنو  
اصیل جگنو

یہ بوٹیاں جواںڈتی تاریکیوں کے پردے میں  
سانپ کے من کی طرح سے جگمگا رہی ہیں

انہیں کسی نے چھوا نہیں ہے  
تو پہلی پگڈنڈیاں بنائیں

مگر یہاں کی اچھوتی سرسبز یوں میں  
کیسی خاموش، کتنی عمیق ہیبت ہے  
جس سے دن، آپ اپنی دھڑکن سے ڈر کے سینے میں سہم جائے

غروب ہوتا ہے مجھ کو

میں اس پہاڑ کی کس جہت میں ڈوبوں۔۔۔۔۔

## سبز سے سفید میں آنے کا غم

نظر اٹھاؤں  
تو سنگ مرمر کی کوز بے حس  
سفید آنکھیں  
نظر جھکاؤں تو شیر قالین گھورتا ہے  
مرے لیے اس محل میں آسودگی نہیں ہے  
کوئی مجھے ان سفید پتھر کے گہندوں سے رہا کرائے  
میں اک صدا ہوں  
مگر یہاں گنگ ہو گیا ہوں  
مرے لیے تو  
انہیں درختوں کے سبز گنبد میں شانتی تھی  
جہاں مری بات گونجتی تھی



## جمعہ کے دن دفتر میں پھول

چھ دن کاغذ کا پیرا، من پہنے گزرے  
بہری اندھی فریادوں کی بھیڑ میں گہنے گہنے گزرے

آج تو اپنے آپ میں آئیں  
پھول بنیں مہکیں مسکائیں  
ہرے بھرے پیڑوں میں سن کر مست ہوا کی تھاپ  
دور دور تک کہیں نہیں ہے کاغذ کے چلنے کی چاپ

سات دنوں میں ایک یہ دن ہے اپنے آپ میں آنے کا  
بہنے کا مسکانے کا  
بھونروں سے نین ملانے کا  
کل پھر کاغذ ہو جائیں گے  
کاغذ کے پیرا، من پہنے  
بہری اور اندھی فریادوں کی اک بھیڑ میں کھوجائیں گے  
آج تو اپنے آپ میں آئیں



## دھندا چھی ہے

دھندا چھی ہے

مرے ذہن کی ہم زاد ہے دھندا

دھندا چھی ہے

ہر اک جبر سے آزاد ہے دھندا

دھندا میں ڈوبے ہوئے خار و گل و سنگ و زجاج اچھے ہیں

ایک ابہام میں تحلیل ہوئے جاتے ہیں منظر سارے

پردہ ذہن پہ کجائے ہوئے شہر کی تصویر ہے دھندا

خواب میں دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر ہے دھندا

ہاں مگر دھندا کے اس پار چمکتا سورج

تند خو، شعلہ نفس، ہو نکتے مرکب پہ سوار

اپنی ہیرے کی کنی ایسی انی لے کے بڑھا آتا ہے





## شگوفے

میں سوچتا ہوں خدا جانے کتنے دل تھے جنہیں  
لہو میں گھل کے بھی آنکھوں کا راستہ نہ ملا  
نہ جانے کتنے جگر غم کے تیر کھا کھا کر  
دُور درو سے پتھر ہوئے پگھل نہ سکے

نہ جانے کتنے سسے کارواں شگوفوں کے  
ہزار قافلہ رنگ و بو جلو میں لیے  
سمند ذوق نمبو پر سوار شعلہ بجائے  
اسی طلب میں کہ ہستی کا پیرہن مل جائے  
ضمیر شاخ میں جل بجھ گئے نکل نہ سکے  
انہیں شگوفوں کے زمرے میں وہ خیال بھی ہیں  
جو میرے سپنے کی ہر موج خوں میں غلطاں ہیں  
مگر جو میری تنگ ظرفی زباں کے سبب  
ہنوز پیکر حرف و صدا میں ڈھل نہ سکے



## چند لمحے

چند لمحے جنہیں اک لغزش پانے میری  
کہیں ماضی کے اندھیروں میں کچل ڈالا تھا  
چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح لہرا کر  
میرے احساس کے ہر گوشے پہ چھا جاتے ہیں  
میری آنکھوں سے مئے خواب اڑا جاتے ہیں  
رات بھر کے لیے دیوانہ بنا جاتے ہیں

خون ہو جاتا ہے جب سوزش پنہاں سے بھڑکتا ہوا دل  
تیرنے لگتے ہے رگ رگ میں لہو ہو کے دھڑکتا ہوا دل  
کپکپاتے ہوئے ہونٹ  
تھر تھراتی ہوئی نبض  
ٹٹمٹاتے ہوئے آنکھوں کے دیے  
گود میں سیل فراواں کے لیے  
ایسی حالت میں کوئی کیسے ہے، کیسے ہے؟



## پاہ گل سرفلک

آج کا دن بھی اسی اپنی روش پر گزرا  
 آج کی شب بھی اسی اپنے قرینے پہ ڈھلی  
 آج بھی کم نہ ہوئی سوز دروں کی تگ و تاز  
 دیکھ کر چاند ستارے۔۔۔۔۔ مرا ذوق پرواز  
 میرے ٹوٹے ہوئے شہر سے الھتا ہی رہا  
 پاہ گل سرفلک ہے مری ہستی کا شجر  
 میں بلندی میں سمانے کو ہمکتا ہی رہا

ہے ادھر عرش بریں میرے تجسس کا ہدف  
 اور ادھر فرش زمیں میرا عناں گیر بھی ہے  
 نہ امنگوں سے رہائی نہ شکستوں سے فرار  
 یعنی اس پاؤں میں چکر بھی ہے زنجیر بھی ہے



## دعائے نیم سنگ

میں اس جانِ ظلم میں ہوں  
جہاں ہزاروں ہی شاہزادوں نے  
مڑ کے دیکھا ہے  
اور پتھر کے ہو گئے ہیں

کمر کمر بھی سنگ بستہ  
مقام اعراف میں کھڑا ہوں  
چلوں تو مردوں کی بے حسی ہے  
تھموں تو رندوں کی بے کلی ہے  
مگر مراد دل دھڑک رہا ہے  
مگر مری آنکھ میں نمی ہے  
مگر مرے ارد گرد پتھر کے شہزادے ہیں  
جن کے سنگیں لبوں پہ عیار سامری نے  
وہ ایک پتھر کی مسکراہٹ تراش دی ہے  
جو دانگی ہے  
یہ ہنس رہے ہیں  
بہشت غفلت میں بس رہے ہیں  
یہ بے تاثر جبین ان کی

مثال سنگ مزار پتھر کی ہو چکی ہے  
دلوں سے آنکھوں تک آنے والی  
وہ اک رگ اشک بار پتھر کی ہو چکی ہے

اب اس سے پہلے کہ میرے ہاتھوں میں بھی رگ سنگ دوڑ جائے  
میں ہاتھ اٹھاؤں  
”خداے قدوس! بھیج اس مرد منتظر کو  
جو ہم پہ آب حیات چھڑکے



## دل کو جانے

دل کو جانے یہ دھن کیا ہے  
دنیا سے الگ ہو جانے کی  
اپنا اندر کھو جانے کی  
دل کو جانے یہ دھن کیا ہے

رستوں پہ کبھی پھرتے چلتے  
لوگوں سے کبھی ملتے چلتے  
چپکے سے کان میں کہتا ہے  
جو کچھ ہے خواب ہے دھوکا  
چل دور کہیں تنہائی میں  
میں اور تو مل کر سوچیں گے  
تدبیر کوئی ان خوابوں میں  
تعبیر کوئی بو جانے کی  
دل کو جانے یہ دھن کیا ہے





## چل اے دل آ سماں پر چل

چل اے دل آ سماں پر چل  
وہاں سے چل کے اس پر شور بزم ہست کو دیکھیں  
بلند و پست کو دیکھیں  
زمین کی سرنگونی آ سماں سے کیسی لگتی ہے  
پہاڑوں کی سرافرازی وہاں سے کیسی لگتی ہے  
کف دست جہاں کی پیچ و خم ریکھائیں کیسی لگتی ہے  
جو تیری رہا کے پتھر ہیں وہ کٹھن میں کیسی ہیں  
چل اے دل آ سماں پر چل



## دل تو اب یہ چاہتا ہے

دل تو اب یہ چاہتا ہے  
رشتہ سب سے توڑ کے  
دنیا سے منہ موڑ کے  
جا نکلے اس اور  
جہاں چلے نہ کوئی زور

کوئی نفی ہو اور نہ کوئی اثبات  
دور دور تک دیے جلائیں  
کھلتے پھول --- اور اس رچائیں  
جھومتے جھونکے، دفیں بجاتے پات  
اور میرے ٹھنڈے شانے پر  
خوشبو ایسا اک نادیدہ بات  
پاگل دل تو اب یہ چاہتا ہے



## ڈوبتے سورج کا خود کلامیہ

چلو خورشید اتر جائیں پس کہسار گم نامی  
 ڈبو دیں جھیل کے پانی میں اپنی زرد پیشانی  
 ملیں مٹی بدن پر جھیل کے پاتال سے لے کر  
 کہ جس کی سوندھ سے بیتے دنوں کا واہمہ پلٹے  
 درختوں کی جڑوں میں رکھ کے سرسبز ہے کھو جائیں  
 سنیں چڑیوں کا پیچ شور کرنا شاخسارو میں  
 چراگا ہوں میں نفی تیلیوں کی خوش دلی دیکھیں  
 پس مٹرگاں مچلتے آنسوؤں کی بے کلی دیکھیں  
 جو بے اذن روانی آنکھ سے دامن لے آ جائیں  
 او ران کے آنسوؤں میں حافظہ کھویا ہوا پلٹے  
 ہوا کی زو پہ لائیں جسم اپنا پیرہن اپنا  
 بسی ہے جس میں بوئے ناگوار عہد و جاہت کی  
 چلو خورشید اتر جائیں پس کہسار گم نامی  
 کہ ہم کو خوش نہیں آتی فضا افلاک شہرت کی



## قرب قیامت

یہ چیز یا جو پلکھ سے نکر گئی ہے  
اسے تو فقط آشیانہ بنانے کی دھن تھی  
اسے وقت کی پیٹھ سے لاکھ دو لاکھ سالوں کے گرنے کا اندازہ کب تھا  
اسے کیا خبر تھی

وہ سرسبز ایام مرجھا چکے ہیں  
وہ انساں سے پہلے کے شاداب جنگل  
جہاں گھونسلوں اور اڑانوں کے مابین  
دھاتوں کی پراں فضیلیں نہیں تھیں

عقاربوں کے پر آج بھی سرسراہیں  
تو معصوم چیزوں کے دل سہم جائیں  
مگر ان کو معلوم کیا ہے  
کہ قرب قیامت کے آثار پیدا ہیں  
بے جان لوہے کو پر لگ گئے ہیں



## فیصلہ

اب کے دیوار میں دروازہ رکھوں یا نہ رکھوں  
اجنبی پھر نہ کوئی درپے آزار آ جائے  
ایک دستک میں مری ساری فصیلیں ڈھا جائے  
اب کے دیوار میں دروازہ رکھوں یا نہ رکھوں

ایک اصرام نہ چن لوں صفت دودھ حیر  
کوئی آئے تو بس اک گنبد در بستہ ملے  
راز سر بستہ ملے

لاکھ سر پھوڑے صدا کوئی نہ مجھ تک پہنچے  
قاصد موج ہوا کوئی نہ مجھ تک پہنچے  
اب کے دیوار میں دروازہ رکھوں یا نہ رکھوں  
سارے اندیشے مگر ایک طرف  
ایک طرف تیری امید

جانے کس وقت ادھر تیری سواری آ جائے  
اجنبی لاکھ کوئی میری فصیلیں ڈھا جائے  
مجھ کو دیوار میں دروازہ لگانا ہوگا





## محاسبہ

ہوا کہیں نام کو نہیں تھی  
 اذان مغرب سے دن کی پسا پساہ کا دل دھڑک رہا تھا  
 تمام رنگوں کے امتیازات مٹ چکے تھے  
 ہر ایک شے کی سیہ قبا تھی

جگہ جگہ بام و در کے پیکر  
 افق کے رنگین چوکھٹے میں  
 مثال تصویرِ جم گئے تھے  
 شجرِ حجرِ سب کے سب گریباں میں سر جھکائے  
 محاسبہ کر رہے تھے دن بھر کے نیک و بد کا  
 طویل قامت حزیں کھجوریں  
 کئی ہوئی ساعتوں کے ماتم میں  
 بال کھولے ہوئے کھڑی تھیں  
 نشیمنوں کو پلٹتے طائر  
 کچھ ایسے تھم تھم کے اڑ رہے تھے  
 کہ صفحہ آسماں پہ گویا  
 سراب پرواز بن گئے تھے



ادھر مراد دل

دھڑک دھڑک کر

عجیب عبرت بھری ندامت سے سوچتا تھا

کہ آج کا دن بھی کٹ گیا ہے



itsurdu.blogspot.com

## ہم زاد

میں آج دفتر میں صبح پہنچا  
 تو اک نیاز روزِ دُور چہرہ نظر پڑا  
 جس کو دیکھتے ہی  
 معامرے دل میں اک دریچہ کھلا  
 اور اس کے عقب سے  
 اس زرد شکل کی ہم شیشہ  
 اک سرخ شکل ابھری۔۔۔۔  
 شریز گستاخ بے تکلف۔۔۔۔  
 ابھر کے میرے قریب آئی

قریب آ کر  
 نظر ملا کر  
 وہ کھلھلا کر ہنسی  
 اور اپنے شریز پوروں سے  
 میرے کالر کی سختیاں پائمال کر دیں  
 سفید بالوں کے بیچ و خم میں  
 سیاہیوں کی لکیر کھینچی  
 نگاہ سے سب خوشنوتیں

اور جہیں سے سب سلوٹیں مٹاویں  
مجھے دریچے سے لے کر نکلی

طویل راہوں پہ  
سبزہ زاروں میں  
لہلہاتے حسین کھیتوں میں  
چاند تاروں میں پھر رہی تھی  
کہ جب اچانک  
دریچہ دل کے بند ہونے سے وقت کے پل صراطِ حق سے دور ٹوٹی

وہی سفیدی کے پیچ و خم تھے  
وہی سفیدی کے پیچ و خم کے تلے جہیں پر شکن  
نگہ میں خشونتیں

رو برو وئی زرد زرد چہرہ  
جو کانپتی انگلیوں سے فائل کو میز پر رکھ کے ہٹ رہا تھا



## اور نیشنل کالج کے لیے ایک نظم

اُٹھتی ہے حنائی بام و در سے  
کھوئی ہوئے حافطے کی خوشبو  
پھر جاگ اٹھے ہیں دشت دل میں  
سوئی جہنی ساعتوں کے آہو

ہر سنگ یہاں کا آئینہ ہے  
ماضی کا جو عکس لے رہا ہے  
مانوس قدم عقب سے آ کر  
آنکھوں پر ہاتھ رکھ رہے ہیں  
کہتے ہیں کہ بوجھے تو جانیں

جو آ کے کلاس روم کے پاس  
بازو پھیلا کے رک گیا تھا  
بچوں پر اپنے جھک گیا تھا  
برگد کا وہ بیڑ کٹ چکا ہے  
لاشہ بھی یہاں سے ہٹ چکا ہے

اب بھی یہاں ہزار چہرے

باندھے ہوئے آرزو کے سہرے  
راتیں ہیں یہاں وہی وہی دن  
سب کچھ ہے وہی ہزار لیکن  
جو ہم سے کبھی یہاں رہی ہیں  
وہ سادگیاں کہاں رہی ہیں؟

وہ وضع وہ خود سے بے نیازی  
کچھ من کی خبر نہ تن کا کچھ ہوش  
اک بے غری کی رو زمانہ  
فردا تھا کوئی تھا کوئی دوش

دکھتا ہوا دل اداس ایام  
چلتا ہوا دن بجھی بجھی شام  
آنکھوں میں غموں کی تیرتی کھر  
لیکن ہونٹوں پہ صبط کی مہر

اک نقش قدم کی پیروی میں  
دن رات اداس اداس چلنا  
کہنا نہ کسی سے درو ہر گز  
جلنا جلنا خموش جلنا

پہچان کے ایک لمس مانوس  
ہاتھوں میں کتاب تھام لینا  
اور دست خیال میں کسی کی  
یادوں کے گلاب تھام لینا

سوچا نہ کبھی کہ چپ رہے سے  
یہ زخم تو راز ہی رہے گا  
غنیچے جو کھلے تو بو بھی پھیلے  
پائے گا وہی جو کچھ کہے گا  
دل اپنی مہک میں آپ غم تھا  
ہم سود و زباں ذرا نہ سمجھے  
کہتے بھی تو کیا کسی سے کہتے  
جب اپنا ہی مدعا نہ سمجھے

اب بھی ہے ظلم عشق جاری  
مجنوں ہے قتل چشم آہو  
کم کم ہی کہیں ملے گا لیکن  
ان گنگ محبتوں کا جادو





## اکیس اپریل

موت نے پہلے جھک کر  
 قدم اس کے چوے  
 اور اس سر دبو سے سے بچ بستر ہوتی ہوئی جوئے خوں میں بھی....  
 اور اس قلب بیدار کے سات چکر لیے  
 اور اس ذہن براق کی نور ہی نور دہلیز پر آئے

”اجازت اگر ہو  
 تو اس جگہ گاتی مقدس امانت کو  
 ان تیرہ ہاتھوں سے چھو لوں“  
 کہا: مرحبا!

اے فرستاد خالق نیست و ہست و غیب و حضور  
 یہی حکم ہے  
 تو خدو خال خورشید پر پردہ شب گرا دے  
 مگر ہوشیار!

آخری سانس کے ساتھ  
 جب تو مرے جسم خاکی سے نکلے  
 تو میرے لبوں پر لکھی مسکراہٹ کو  
 پامال کر کے نہ جانا“



## عید النبی ﷺ کو کب

ایک ہی پل میں اڑ گئیں کیسے کیسے علوم کی کرچیں  
ریزہ ریزہ جن کا تو نے کاسہ سر میں دان لیا تھا  
مٹی ہوئی تحریروں سے اور پارہ پارہ جھڑتی ہوئی کتابوں سے

مجھ کو یاد ہے تو نے بھری جوانی تج کر  
اپنی ذات کی ساری رام کہانی تج کر  
عیش و آرام دنیائے فانی تج کر  
اک گوشے میں گھٹ کر ہٹ کر  
عطر کشید کیا تھا سینکڑوں سال کے سوکھے گلابوں سے  
ایک ہی پل میں اڑ گئیں.....

آج وہ کاسہ بھرا بھرا سا کاسہ تیرے سر کا  
جس میں صرف ہوئی تھیں کتنے برسوں کی تعمیریں  
کتنی مٹی مٹی تحریریں  
ایک ہی لغزش سے کیوں چوک میں گر کر ٹوٹ گیا  
کیسے چھوٹ گیا؟

تو تو اسے سنبھال کے چلنے میں برسوں کا ماہر تھا  
کیا یہ تیری لغزش تھی؟

میرے سوال پہ چپ چپ ہنستا ہے وہ تیرا  
ہنستا ستارے جیسا چہرہ  
جو مرجھانے سے پہلے ہی ڈوب گیا  
جو کبھی نہیں مرجھائے گا  
میرے سوال پہ چپ چپ ہنستا جائے گا  
”کیا یہ تیری لغزش تھی“

میرے جواب میں کہنے والا کہہ گیا  
اور اس کے کہے پہ سوچتا رہ گیا  
”قانون آنکھیں میچے ہوئے ہے  
قابل پیسے بے پہرا ہیں“



## سلیم بے تاب

کہیں وہ ملتا تو پوچھتا میں

کہ جب تصادم ہوا

تو تیری نظر سے کس کس کے خواب

دل کی تہوں میں کیا کیا خیال گزرے؟

کہیں وہ ملتا تو پوچھتا میں

کہ جب تصادم نہیں ہوا تھا

تو تیری سوچوں کا رنگ کیا تھا

تجھے خبر تھی کہ دو قدم پر سفر کا انجام ہو رہا ہے؟

تجھے خبر تھی کہ آسمانوں کی رہگزر راہ میں پڑے گی؟

تری چھٹی جس کو کوئی آہٹ سنائی دی تھی

کہ تو فقط اپنے دل کی کھڑکی کے

صاف شیشے پہ آنکھ رکھے

سخن کی شاخوں سے ادھ کھلے پھول چن رہا تھا؟

مگر وہ شخص اب کہاں ملے گا

وہ اپنی درویش مسکراہٹ کا نقش

دنیا میں چھوڑ کر  
خود افق کے اس پار جا چکا ہے

ماتا تو اس دن ملے گا  
جس دن کے ہول سے سر سفید ہوں گے  
دلوں کی الواح پر ہر اک نقش آشنائی سراب ہوگا  
نہ مجھ کو تاب سوال ہوگی نہ اس کو اذن جواب ہوگا



itsurdu.blogspot.com



## ایک اچانک موت کا نوحہ

بظاہر یہ لگتا ہے  
اس ملگجی صبح کو سب سہاروں نے جیسے

اچانک ترا ساتھ چھوڑا

سحر نے زمیں پر قدم جب رکھا

تو اچانک زمیں بے وفا ہو گئی

ابھرتا ہوا آفتاب

ایک ہی ناگہاں لعزش پا سے یوں لڑکھڑایا

کہ مغرب کے پاتال میں منہ کے بل جا سایا

اچانک فرشتے کفن سائباں کی طرح تان کر

آسمانوں سے اترے

گلوں کی مہک کی جگہ دفعتہ بوئے کافور کی سرد مہری نے لے لی

شجر کے بدن سے نئی کونپلوں کی بجائے خزاں پھوٹ نکلی

بظاہر یہ لگتا ہے.....

لیکن بھلا حادثہ ایک دم کب ہوا ہے

بہت دن ہے اس سر بمبر آتشیں راز کا گنگ فینہ

خمش سے جلتا چلا جا رہا تھا

فنا کے گرجتے ہوئے آبشاروں کے اوپر تنہا

رسیوں کا پل

ایک مدت سے گلتا چلا جا رہا تھا



## ایک پیدل چلنے والے دوست کا نوحہ

ہجوم سے بچ کے  
سونے سونے، خموش رستوں پہ چلنے والا  
وہ اس زمانے میں پایادہ مسافرت کا امین  
رستہ بدل چکا ہے

نظر عبث اس کا نقش  
مانوس راستوں پر  
تلاش کر کے چوکتی ہے  
مجھے خبر ہے وہ جا چکا ہے  
یہ جا بجا راہ میں ابھرتی شبیہ اس کی  
نگاہ کی تشنگی نے مثل سراب ایجاد کر رکھی ہے  
جب آخری بار اس کو دیکھا  
تو اس کا رستہ بدل چکا تھا  
ہر اک طریقہ بدل چکا تھا  
ہجوم سے بچ کے چلنے والا  
ہجوم کے ساتھ چل رہا تھا

تو عمر بھر کی مسافرت کے خلاف

اس کو سوار دیکھا

اس کے پہلو میں پا پیادہ جہوم کو سوار دیکھا



itsurdu.blogspot.com

## نوحہ

تو دیکھنے میں مائل شوق سفر نہ تھی  
ایسا سفر کرے گی کسی کو خبر نہ تھی

وہ عزم تھا ترا کہ کسی سے نہ ٹل سکا  
وہ رخم تھا سدا کوئی دوا کا رگر نہ تھی

اے مادرہ شفیق سے مجھ پر شفیق تر  
میرے نصیب میں تری حرور سفر نہ تھی

کیوں آ سکا نہ تیری قدم چومنے کو میں  
اتنی تو تیرے دل کی ٹرپ بے اثر نہ تھی

کیسے سمٹ گئی تری شفقت کی داستاں  
تیری تو کوئی بات کبھی مختصر نہ تھی

پر ہول وادیوں میں یہ تنہا سفر کا عزم  
تو زندگی میں تو کبھی ایسی نذر نہ تھی

میں آؤں آتاں پہ ترے اور تو نہ ہو  
صورت یہ خواب میں بھی تو پیش نظر نہ تھی

دل پر گزر گئی جو قیامت وہ کیا کہوں  
مانا کہ دیکھنے میں مری آنکھ تر نہ تھی



itsurdu.blogspot.com

## نوح

تہائیوں کو دیدہ پر آب دے گئی  
یعنی صدف کو گوہر نایاب دے گئی

دل پر کھدی ہوئی ہو تری صورت شفیق  
بے خواب ساتھی کے لیے خواب دے گئی

خود ہو گئی غروبِ گل میری آنکھ کو  
اشک رواں کے انجم شب تاب دے گئی

خاک لحد میں ڈوبی ہوئی شفقتوں کی یاد  
دریائے دل کو گردش گرداب دے گئی

ہنتے ہوئے بھی دل میں رواں موج غم رہے  
کیسے عجیب درد کے آداب دے گئی

